نقش بہزاد

بہزاد لکھنوی

جلیل اکاڈمی خیر اللہ اسٹریٹ بریلی

بہزاد لکھنوی کی تازہ غزلیات کا مجموعہ

نقشِ بہزاد

بہزاد لکھنوی

جلیل اکاڈمی بریلی

طبع اول ۲۰۰۰

قیمت عہ؍

باہتمام خلیل الرحمن (پبلشر) بریلی الکٹرک پریس بریلی میں چھپکر قومی کتب خانہ بریلی
سے شائع ہوئی

"نذر"

میں " نقشِ بہزاد " کو اپنے مرشد و ہادی حضور شاہ محمد تقی عرف عزیز میاں صاحب رازؔ نظامی نیازی سجادہ نشینِ خانقاہِ نیازیہ بریلی شریف کے نام اقدس سے معنون کرتا ہوں۔

بہزاد لکھنوی

۱ر جنوری ۱۹۴۲ء

عرضِ حال

اب تک مارکیٹ میں میرے آٹھ مجموعے آ چکے ہیں۔
میں نے کسی میں بھی اپنی شاعری کو شاعری اور خود کو شاعر نہیں بتایا اور نہ سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اپنے دل کی مختلف کیفیتوں کو ماحول اور وقت کے لحاظ سے نظم کر دیتا ہوں۔ لوگ اسے پسند کرتے ہیں یہ ان کی ذرہ نوازی ہے۔ اغلاط کا مجھ کو خود اعتراف ہے، لیکن میں اپنی صحیح کیفیات کو فنا نہیں کرنا چاہتا۔ امید ہے کہ معاف کیا جاؤں گا۔
اس کے ساتھ ساتھ مجھ کو اپنے محترم دوست حضرت انور

سہسوانی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا ہے کہ جناب نے نقشِ بہزاد پر مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ موصوف نے مقدمہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ صرف خلوص اور محبت کے تحت میں تحریر فرمایا ہے۔ ورنہ میں خود میں وہ خوبیاں نہیں پاتا جو انور صاحب نے ظاہر کی ہیں۔

انور صاحب ایک فاضل حکیم اور بلند پایہ شاعر ہیں اور اس مقام پر انہوں نے اپنے شاعری کے ذوقِ سلیم کا ثبوت دیا ہے۔

بہزاد لکھنوی

یکم جنوری ۱۹۴۱ء

ھُوَ الحَکِیمُ

مقدمہ

از شاعرِ دوراں و مسیح زماں عالیجناب حکیم محمد ضمان الرحمٰن صاحب سہسوانی مولوی فاضل حکیم کامل، زبدۃ الحکماء ایڈیٹر ماہنامہ "عزمی" دھلی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

میرے عزیز و محترم دوست حضرت بہزاد لکھنوی کی ذاتِ گرامی کو نہ کسی تعارف کی ضرورت ہے اور نہ ان کی شاعری کو کسی تعریف و توصیف کی احتیاج۔

اس سلسلہ میں خامہ فرسائی کرنا گویا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مصداق ہے۔ ع

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دل آرام را

موصوف کی عام فہم اور جذباتی شاعری نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ہندوستان سے باہر بھی مقبولِ خاص و عام ہو چکی۔ آپ کی شاعری میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ثقیل اور دقیق الفاظ کی شرمندۂ احسان نہیں ہے۔ اس میں لکھنؤ کی نازک اور پاکیزہ زبان کی چاشنی، حلاوت، اور جذبات کی ترجمانی ایک نرالے اور اچھوتے انداز سے پائی جاتی ہے۔

ان کی شاعری موجودہ دَور کی مغربی شاعری سے بھی متاثر نظر آتی ہے مگر اسی حد تک جس سے رنگینی و قدرتِ جذبات پیدا ہو سکے۔

اندازِ بیان، الفاظ کا جوڑ توڑ، خیال کا اچھوتا پن۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو موصوف کی شاعری میں ایک نمایاں درجہ رکھتی ہیں۔

بہزاد صاحب چونکہ اختلاج قلب کے مریض ہیں اس لیے ان کی شاعری اور بھی قابل قدر اور انمول بن گئی ہے ۔ شعر گوئی اور شعر خوانی کے وقت اختلاجی دور سے بہت زیادہ پڑنے لگتے ہیں اور اس روح فرسا تکلیف کے باوجود بھی آپ شعر کہتے اور پڑھتے ہیں۔ یا بہ الفاظ دیگر شعر کہتے ہیں ۔ بلکہ اختلاجی کیفیت\اور تکلیف میں خود شعر ہو کر رہ جاتے ہیں ۔

موصوف کی زندگی گوناگوں مصروفیتوں اور بوقلموں مشکلات سے بھرپور ہے ۔ ریڈیو کی ملازمت نے ان کو اتنا عدیم الفرصت بنا دیا ہے کہ لوگوں اور احباب کے اصرار پیہم اور ذاتی کوشش کے باوجود بھی اکثر شعری و ادبی مجالس و مشاعروں میں شرکت نہیں فرما سکتے اکثر ایسا ہی ہوا ہے کہ بیرونی احباب نے اپنی محافل ادب میں آپ کو مدعو کیا اور موصوف نے وعدہ بھی کر لیا مگر پھر بھی وہاں نہ پہنچ سکے۔

ہر انسان اپنے گرد و پیش کے حالات سے مجبور ہو کر دوسروں کی دل شکنی کا باعث بھی ہو جایا کرتا ہے ۔ بعینہٖ

یہی حالت حضرت بہزاؔد کی بھی ہے۔ ان کی انتہائی مصروفیت ان کو اس درجہ مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنے ادبی ذوق کی کی تکمیل کو شکایت کا موقع مل جاتا ہے۔

جہاں تک میرے دیرینہ تعلقات، وابستگی اور معلومات کا تعلق ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بہزاؔد صاحب کا بلند اخلاق۔ انکساری اور رواداری حقیقتاً قابلِ تقلید ہے۔ وہ خود کبھی نہیں چاہتے کہ کسی بزمِ ادب یا محفلِ شعر و سخن میں شرکت سے پہلوتہی کریں بلکہ ان کی پابندیاں مجبوریاں۔ اور عدیم الفرصتیاں ہی اکثر اس میں سدِ راہ ہو جاتی ہیں۔ وہ معذور ہیں اور مجبور جن کی وجہ سے وہ کسی طرح بھی موردِ الزام نہیں ٹھیرائے جا سکتے۔

معاشرتی الجھنیں۔ مصروفیتیں اور دنیاوی آرام و افکار انسان کے احساسات کو پامال اور اس کے جذبات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا کرتے ہیں۔ مگر حضرت بہزاؔد کی حیاتِ شعری ان تمام رکاوٹوں کو ٹھکراتی ہوئی برابر نہایت تیز رفتاری سے

آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے ۔ ان کی قادر الکلامی ۔ بدیہہ البیانی اور پُر گوئی کا یہ عالم کہ ہر وقت ہر رنگ میں ایسے شعر کہہ دیتے ہیں جو شعریت کا اعلیٰ نمونہ اور رنگین جذبات سے لبریز ہوتے ہیں ۔

اکثر ایسی انتہائی مصروفیت میں بھی جبکہ بات کرنے کا بھی ہوش نہیں ہوتا لوگوں کی فوری فرمائشات پوری کرتے ہیں جہاں کسی نے آکر فرمائش کی دس پانچ منٹ میں اس کے حسب منشاء اشعار کہہ کر اس کے حوالے فرما دیتے ہیں ۔ ان کی طبیعت پر یہ نہایت ہی گراں گزرتا ہے کہ کسی کی فرمائش کو رد کر کے اس کی دل شکنی کی جائے ۔

مختصر یہ کہ موجودہ دَور میں موصوف کی ذاتِ گرامی اس اپنے طرز کی اچھوتی اور خاص رنگ کی شاعری کے لئے یگانۂ روزگار اور اپنا آپ جواب ہے ۔ اب تک ان کے کلام کے متعدد مجموعے منظرِ عام پر آکر قدر دانوں سے خراجِ تحسین و آفرین حاصل کر چکے ہیں ۔

زیرِ نظر مجموعہ "نقشِ بہزاد" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں صوری و معنوی، شعری و ادبی خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہیں۔ اشعار کیا ہیں ندرتِ خیال کا گنجینہ اور دلی جذبات کا آئینہ ہیں۔

یہ میرا مقدمہ کیا ہے۔ حقیقتہً ایک توہینِ ادب ہے۔ کجا میری ہیچمدانی و بے بضاعتی۔ اور کہاں کلامِ حضرتِ بہزادؔ پر تنقید یا اس کے مقدمہ پر خامہ فرسائی۔ من آنم کہ من دانم، محض تعمیلِ ارشاد ہے اور بمصداق "الامر فوق الادب" جو حقیقت تھی وہ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں سپردِ قلم کر دی ہے اس مجموعے میں مجھے کوئی ایسا پہلو نظر نہیں آیا جہاں میری نظریں رُک جاتیں۔

میں اب ان سطور کو قطعاتِ تاریخ پر ختم کرنا چاہتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ خدا تعالیٰ حضرتِ بہزادؔ کو رہتی دنیا تک قائم رکھے اور ہمیشہ اسی طرح ان کا تازہ بتازہ کلام زمانے سے خراجِ قبول حاصل کرتا رہے۔ آمین۔ ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

انور سہسوانی
یکم جنوری ۱۹۴۲ء

قطعاتِ تاریخ نقشِ بہزاد

(۱)

از فضلِ خدائے پاک و برتر
مطبوع شدہ پیامِ بہزاد
مقبولِ خلائق و زمانہ
عنوانِ دوامِ نامِ بہزاد
انورؔ پئے سالِ ہجرتش گفت
خورشید فلک کلامِ بہزاد

۱۳ ھ ۶۰

(۲)

نقش بہزاد چوں بہ پیکر طبع
رونما گشت۔ شد دل من شاد
ہر کہ دید ایں کلام روح فزا
از غم و رنج و ہم شدہ آزاد
سال طبعش بہ عیسوی انور
گفت - چتر فضیلتِ بہزاد

۱۹ ۶ ۴۲

آنور سہسوانی
یکم جنوری ۱۹۴۲ء

فریبِ نگاہ

الزام میرے دل پہ ہے کیوں اشتباہ کا
سارا قصور ہے یہ فریبِ نگاہ کا

مجھ کو تلاش کرتے زمانہ گذر گیا
رہبر ملا نہ کوئی محبت کی راہ کا

میرے سرِ نیاز کو معراج مل گئی
ہے سنگِ در نصیب تری بارگاہ کا

میں خود تباہ ہونے لگا چل کے ساتھ ساتھ
مجھکو صلا ملا ہے یہ تجھ سے نباہ کا

بیتاب یہ نظر بھی ہے مضطر جگر بھی ہے
مارا ہوا ہوں اِک نگہِ بے پناہ کا
ہر اک گناہ گار پر رحمت کی نظر ہے
کیوں کر نہ اعتراف کروں میں گناہ کا
بہزاد حُسن چیز ہے کیا ہے جمال کیا؟
اک کھیل ہے فقط یہ ہماری نگاہ کا

اعجازِ عشق

عشق کی یہ صورتِ اعجاز ہے
ہر تمنّا مائل پرواز ہے
دل لئے جاتا ہے ہر جانب مجھے
ہر طرف کیا آپ کی آواز ہے
میری دُنیا وقف صد حسرت ہے اور
ان کی دُنیا محوِ حُسن ناز ہے

تھک چکی ہے ڈھونڈ کر میری نظر
آج تک اُن کی تجلّی راز ہے

جس کو تم کہتے ہو آہِ نیم شب
یہ آوازِ شکستِ ساز ہے

کیا مرے دل نے مجھے دی ہے صدا
یہ تو بے حد دُور کی آواز ہے

کیا کہوں بہزاد کی دنیا کو میں
اس کی دُنیا وقفِ سوز و ساز ہے

تبسّم نو بہ نو

مری حسرتیں اب کہاں ہنس رہی ہیں
مرے غم کی خود داریاں ہنس رہی ہیں

ترے ہر کرم پر ترے ہر ستم پر
جنوں کی وفا کاریاں ہنس رہی ہیں

تجھے دیکھ کر اب تمنائیں میری
جہاں رو رہی تھیں وہاں ہنس رہی ہیں

ترے آج اس زہد و تقوے پہ زاہد
مری یہ گنہ گاریاں ہنس رہی ہیں

ترے حسن فانی پہ محو جوانی؟
نگاہیں بھی بن کر جواں ہنس رہی ہیں

تری مسکراہٹ پہ جانِ تبسم
مرے دل کی غم خواریاں ہنس رہی ہیں

جو غمگیں تمنائیں بہزاد کی تھیں
تجھے دیکھ کر ناگہاں ہنس رہی ہیں

محفلِ خیال

حال یہ ہے عجیب حال میں ہوں
آج کل آپ کے خیال میں ہوں

کیا خبر مجھ کو کون حال میں ہوں
لوگ کہتے ہیں میں وبال میں ہوں

اب ہے تنہائیوں میں یہ عالم
جیسے میں محفلِ خیال میں ہوں

اللہ اللہ ملال کی لذّت
یہ خوشی ہے کہ میں ملال میں ہوں

ہمنشوں میں ہیں آج کون دکاں
آج میں وقفِ عرضِ حال میں ہوں

مجھ کو اپنی خبر کہاں ساقی
مست رنگینیٔ خیال میں ہوں

آج اُن کا خیال ہے بہزاد
آج میں مست ہر خیال میں ہوں

وقفِ مجاز

نازوالے یہ ناز رہنے دے
غم کی دنیا کو راز رہنے دے

مطربِ خوش گلو ترے صدقے
نغمۂ دل گداز رہنے دے

وہ اٹھیں پھر گھٹائیں اے ساقی
میکدہ آج باز رہنے دے

تو حقیقت تلاش کر زاہد
مجھ کو وقفِ مجاز رہنے دے

ناز کا لطف بخشنے والے
مجھ کو محوِ نیاز رہنے دے

مجھ کو سمجھا نہ واعظِ ناداں
یہ نشیب و فراز رہنے دے

محو آئینہ بن کے وہ بہزاد
ذکرِ آئینہ ساز رہنے دے

کیفیاتِ حسیں

ذرّے جو منور ہیں روشن جو ستارے ہیں
میں تو یہ سمجھتا ہوں سب رنگ تمہارے ہیں

کیوں دیکھ رہے ہو تم تاروں کی درخشانی
تارے نہ انہیں سمجھو آہوں کے شرارے ہیں

دیوانہ سا آیا ہوں میں اُن کی جو محفل میں
کچھ ان کے اشارے ہیں کچھ دیکھے اشارے ہیں

تم ہم سے نظر پھیرو ہم تم پہ نظر ڈالیں
تم اور کسی کے ہو اور ہم تو تمہارے ہیں

خود پر بھی تباہی ہے دل پر بھی تباہی ہے
تیری ابھی اُلفت میں کچھ دن ہی گذارے ہیں

وہ چمکے ہوئے تارے یہ نکھرے ہوئے ذرّے
وہ رات کے منظر ہیں یہ دن کے نظارے ہیں

بہزادِ حزیں میں تو دیوانۂ الفت ہوں
آنکھوں میں مری پنہاں ساون کے نظارے ہیں

غرورِ محبّت

محبت پر بہت مغرور ہوں میں
ابھی منزل سے کوسوں دور ہوں میں

حسیں جلووں کا مرکز بن گیا ہوں
ادھر دیکھو سراپا طور ہوں میں

جہانِ عاشقی میں ضبط کے ساتھ
فغاں کرنے پہ بھی مجبور ہوں میں

چڑھا دو مجھ کو تم دارِ نظر پر
محبت کی قسم منصور ہوں میں

جفاؤں سے نہ اپنی دست کش ہو
جفائے حسن پر مسرور ہوں میں
تریں تر ہوں زمانہ کی نظر سے
مگر اس کی نظر سے دور ہوں میں
مری ہستی کو اے بہزاد دیکھ
کہ خود ناظر ہوں خود منظور ہوں میں

وارداتِ شوق

باقی نہیں اب کوئی بھی سامانِ محبت
دامانِ محبت نہ گریبانِ محبت
نالوں سے نہ واقف ہوں نہ آہوں سے ہوں واقف
مجھ سا بھی نہ ہوگا کوئی نادانِ محبت
اس حال کو اللہ رکھے تا بہ قیامت
جس حال میں ہے آج پریشانِ محبت

کیوں کر نہ بھلا ہو تری اک شوخ نظر سے
آسودۂ گل آج گلستانِ محبت

آ جانِ محبت تجھے اک راز بتا دوں
نکلے گا نہ دل سے کبھی ارمانِ محبت

اک تیری وفا پر مری دنیا ہے تصدق
اے جانِ نظر جان و دل و جانِ محبت

ہر نقش کفِ پا پہ ترے ہے سرِ بہزاد
قائم رہے دنیا میں یہ ایمانِ محبت

حُسنِ جلوہ

وہ ہر جانب نظر فرما رہے ہیں
جو ملتا ہے اسے تڑپا رہے ہیں

ہمیں پر ہے نوازش کی نظر بھی
ہمیں کو ٹھوکریں کھلوا رہے ہیں

اری توبہ تجھے اب ہم کہیں کیا
کہ بادل آرہے ہیں جا رہے ہیں

تمہیں یہ مستقل پردہ نشینی
نگاہ شوق کو ترسا رہے ہیں

مری دنیا سے ان کو واسطہ کیا
مری دنیا پہ وہ کیوں چھا رہے ہیں

اب اس پر بھی یقیں مجھ کو نہ آئے
مرے سر کی قسم وہ کھا رہے ہیں

سمجھنا پڑ رہا ہے ہم کو سب کچھ
ہمیں بہزاد وہ سمجھا رہے ہیں

احساسات

آنکھ میں اشک ہیں ضرور اشک مگر بہائے کون
دل کی لگی ہی خوب ہے دل کی لگی بجھائے کون

حیرتِ غم کا جوش ہے۔ میری زباں خموش ہے
میرا پتہ تو تو بتا تیرا پتہ بتائے کون

کٹنے دو ایک رنگ میں میرا نیاز عاشقی
غم میں ہنسوں تو بات ہے عیش میں مسکرائے کون

کرنے بھی دو انہیں حجاب گرنے بھی دو ذرا نقاب
یہ تو نظر کا کام ہے رنگِ نظر چھپائے کون

چھائی سب پہ بے خودی عام رنگِ بندگی
اپنے سرِ نیاز کو در سے ترے اٹھائے کون

تیری ہی جب نظر نہیں اپنی اسے خبر نہیں
تیرے خراب ہوش کو ہوش میں آج لائے کون

حسن کی تو یہاں وہاں لٹ چکیں سب تجلیاں
اب تری جلوہ گاہ سے اپنی نظر اٹھائے کون

کائناتِ غم

پاس اب غم کی کائنات نہیں
زندگی ہے مگر وہ بات نہیں

زندگی ہے مگر حیات نہیں
اپنی قسمت میں ہی وہ رات نہیں

غم میں آنسو نہیں نکلتے ہیں
اب وہ دورِ تکلفات نہیں

اے دل مدعا طلب ہشیار
اب تو نفرت ہے التفات نہیں

چھوڑ کر مضطرب مرے دل کو
آپ جاتے ہیں کوئی بات نہیں

اک نظر تھی جو لے اڑی دل کو
ہر نظر دل کی کائنات نہیں

ان سے میں بات کیا کروں بہزادؔ
بات یہ ہے کہ کوئی بات نہیں

بیخودیٔ عشق

غم نہیں ہے ہمیں ملال نہیں
حال یہ ہے کہ کوئی حال نہیں

اب ستم ہو تو کیا کرم ہو تو کیا
اب کسی بات کا خیال نہیں

اک نظر کہہ گئی جو کہنا تھا
ہر نظر مائلِ سوال نہیں

اب تو کچھ کچھ سکوں بھی ملتا ہے
مضطرب ہوں مگر حال نہیں

اپنی بربادیوں کا کیوں غم ہو
یہ تو آغاز ہے مآل نہیں

مل چکا مجھ کو جو بھی ملنا تھا
اب مجھے حسرتِ سوال نہیں
بیت جاتے ہیں دن بھی ساون کے
میری توبہ کا اب وہ حال نہیں
ساری دنیا ہے منفعل لیکن
ان نگاہوں کو انفعال نہیں
اب تو ہے اپنی جستجو مجھ کو
ان کا ملنا تو کچھ محال نہیں
اب تو یہ سر ہے اور وہ نقشِ قدم
سر اٹھاؤں میری مجال نہیں
تیرا جلوہ رہے قیامت تک
عشق پابندِ ہر جمال نہیں

ضبط کرنا کمال ہے بہزاد
آہ کرنا کوئی کمال نہیں

ضروریات

الگ سب سے اپنا جہاں چاہتا ہوں
محبت کے کون و مکاں چاہتا ہوں

مجھے چاہیئے اک زمینِ محبت
محبت کا اک آسماں چاہتا ہوں

خدا اے محبت خدائے جوانی
محبت کا عالم جواں چاہتا ہوں

اٹھائے نہ اٹھوں جگائے نہ چونکوں
اب اک ایسا خواب گراں چاہتا ہوں

جہاں میں ملے ہیں ستم گر تو لاکھوں
جہاں میں اب اک مہرباں چاہتا ہوں

نشیمن پہ گر روز اے برق سوزاں
نیا روز اک آشیاں چاہتا ہوں

وہ بہزاد نالہ ہو یا کوئی نغمہ
ہر اک شے سے محبت نشاں چاہتا ہوں

اِلتجائے شوق

اے حسنِ کل نہ جلوۂ لیل و نہار بن
میرے جہانِ عشق کا پروردگار بن
مجھ کو تو تو نے بخش دیا لطفِ اضطراب
میری طرح سے تو بھی تو کچھ بیقرار بن
آتا ہے مجھ کو لطف بہت انتظار میں
تیرے نثار حاصلِ صد انتظار بن
مجھ کو عزیز ہیں یہ مری غم نصیبیاں
یہ کون کہہ رہا ہے کہ تو غمگسار بن
اے حسنِ یار آکے نگاہوں کے سامنے
میری نظر میں جلوۂ بے اختیار بن

رنگِ خزاں تو واقعی توہینِ حسن ہے
بنّا اگر ہے تجھ کو تو رنگِ بہار بن
اے حسن دل نشیں تجھے بہزادؔ کی قسم
جس طرح ہو سکے تو محبت شعار بن

تمنائے دِل

تیرے جمال کی طرف نگاہ بھی نہ کر سکا
وہ کیا کرے جو زندگی تباہ بھی نہ کر سکا
عجیب ہے یہ جبر بھی عجیب اختیار بھی
نگاہ سے نہ بچ سکا نگاہ بھی نہ کر سکا
کسی کے پاس جائے کیا کسی کو غم بتائے کیا
جو ضبط بھی نہ کر سکا جو آہ بھی نہ کر سکا
تری نگاہِ ناز نے مٹا دیا اک آن میں
تری نگاہِ ناز کو گواہ بھی نہ کر سکا

میں اس کو یاد کیوں کروں مجھے ہے دل سے کام کیا
جو ساتھ بھی نہ دے سکا نباہ بھی نہ کر سکا

بہت وہ بے شعور ہے وہ رحمتوں سے دور ہے
جو اپنا دفترِ عمل سیاہ بھی نہ کر سکا

کچھ ایسی چھائی بے خودی پلٹ گئے ہواس بھی
گناہ کا خیال تھا گناہ بھی نہ کر سکا

منزلِ عشق

محبت سے دل کو میں آگاہ کر لوں
ذرا ٹھیرو ہلکی سی اک آہ کر لوں

بتاؤ ذرا میرے ہو جاؤ گے تم
میں دل میں تمہارے اگر راہ کر لوں

مزہ چاہ کرنے کا آجائے مجھ کو
کسی بے وفا سے اگر چاہ کر لوں

اٹھاؤ نظر۔ جب ہی الزام دینا
اگر اپنے دل کی میں پرواہ کر لوں

جب ہی آئیں گی لذتیں رہروی کی
ذرا اپنے دل کو میں گمراہ کر لوں

رہِ عشق میں منزلِ عاشقی کے
تصور ہی کو اپنے ہمراہ کر لوں

اجازت اگر ہو تو بہزاؔد مضطر
فقط ایک سجدہ سرِ راہ کر لوں؟

گفتگو

کرتا ہوں میں جہاں کے نظاروں سے گفتگو
ذرّوں سے دن کو رات کو تاروں سے گفتگو

کچھ آپ ہی بتائیں کہ آخر کرے گا کون
ان منزلِ امید کے ہاروں سے گفتگو

ان کی نظر بھی پھر گئی - سچ ہے جہان میں
کرتا ہے کون عشق کے ماروں سے گفتگو

میری نگاہِ حسن طلب کر رہی ہے آج
ہر گلشنِ حسین کی بہاروں سے گفتگو

ہاں یاد کیوں نہیں ہے مجھے یاد ہے ضرور
نظروں سے گفتگو وہ اشاروں سے گفتگو

کیوں نیند کو بلاؤں کہ آہوں کے ساتھ ساتھ
کرنی ہے رات بھر مجھے تاروں سے گفتگو

کرتا ہے عشق مجھ کو بہزادؔ مبتلا
کرلوں بساطِ عشق کے ہاروں سے گفتگو

انکشافِ حقیقت

ہر نظر میں حجاب ہے ان کی
آنکھ جامِ شراب ہے اُن کی

ہر نظر کیوں نہ لے اڑے دل کو
ہر نظر کامیاب ہے اُن کی
کل جو بیمار حسن و اُلفت تھے
آج حالت خراب ہے اُن کی
جن کو کچھ بھی لگاؤ ہے تم سے
زندگی اک عذاب ہے اُن کی
ہے نظر ان کی جن غریبوں پر
دولتِ اضطراب ہے اُن کی
اپنے جلووں کی قدر ہے ان کو
بات یہ لاجواب ہے اُن کی
اے گھٹا کل جو اہل توبہ تھے
آج نیت خراب ہے اُن کی

جن پہ ان کا کرم ہے اے بہزادؔ
زندگی کامیاب ہے اُن کی

اضطرابِ دل

دیکھ سکنے کی ہم کو تاب نہیں
آپ کے حسن کا جواب نہیں

دل کو میرے ہے اضطراب مگر
میری نظروں کو اضطراب نہیں

جس جگہ بھی ہیں آپ کے جلوے
کس کا عالم وہاں خراب نہیں

میری جانب تو یہ نہیں نظریں؟
میری جانب تو یہ خطاب نہیں

کیا نہیں مبتلائے اُلفت ہیں
کیا مری زندگی عذاب نہیں

کیسا تاریک ہے یہ دل کا جہاں
ان کے جلوے جو بے نقاب نہیں

سامنے اُن کے آج اے بہزاد
ہے ۔ مگر اُتنا اضطراب نہیں

فضائے محبت

میں ان کی نظروں میں سمایا ہوا ہوں
فضائے محبت پہ چھایا ہوا ہوں
میں محفل میں اُن کی جو آیا ہوا ہوں
بلایا ہوا ہوں بلایا ہوا ہوں
لبوں پہ مرے کیوں نہ ہو مسکراہٹ
نظر کا تری گدگدایا ہوا ہوں
میں رو کے کسی کے بھلا رک سکوں گا
تصوّر کی رَو کا بہایا ہوا ہوں
قسم یاد کی اور قسم بھولنے کی
میں بھولا نہیں ہوں بھلایا ہوا ہوں

بھلا سوؤں گا کس طرح چاند تارو
کہ میں حسرتوں کا جگایا ہوا ہوں
کسی کے میں بہزاد جور و ستم کا
بگاڑا ہوا ہوں بنایا ہوا ہوں

نظامِ زندگی

عشق کی اب وہ صبح و شام نہیں
زندگی کا کوئی نظام نہیں
کیا حکومت ہے آج توبہ کی ؟
آج ساقی جو دورِ جام نہیں
آنکھ میں جو شراب ہے ساقی
اس کا پینا کبھی حرام نہیں
جھوٹ ہے آپ کا یہ عہد وفا
یہ تو میرا خیالِ خام نہیں

جتنا جلووں کا انتظار ہے عام
اُن کے جلوے تو اتنے عام نہیں
کیا یہ سچ ہے کہ لوگ کہتے ہیں
حسن کی زندگی دوام نہیں
آپ کی ہر غزل میں ہے اک درد
اس میں بہزاد کچھ کلام نہیں

خوفِ ماحول

عشق وقفِ فغاں نہ ہو جائے
غم کی دنیا جواں نہ ہو جائے
تیرے قدموں کا فخر ہے اس کو
یہ زمیں آسماں نہ ہو جائے
کر رہے ہو جو آج لطف و کرم
تم سے دل بدگماں نہ ہو جائے

جان دینے سے عشق و اُلفت میں
زندگی جاوداں نہ ہو جائے
نامکمل ہے داستاں ابھی
ختم عمرِ رواں نہ ہو جائے
کہہ رہا ہوں میں داستانِ الم
کل جہاں نوحہ خواں نہ ہو جائے
تم نہ الٹو یہاں پہ رُخ سے نقاب
حشر برپا یہاں نہ ہو جائے
فکر اس کی ہے مجھ کو اے بہزادؔ
مجھ سے وہ بدگماں نہ ہو جائے

فسانۂ غم

تجھے بھی بھولنے والے بھُلا چکا ہوں میں
فسانۂ غمِ الفت سنا چکا ہوں میں

بشکلِ نالہ و شیون بشکلِ آہ و فغاں

جہاں کو نغمۂ الفت سنا چکا ہوں میں
ترے خیال سے اب واسطہ نہیں مجھ کو
ترے خیال کو دل سے بھلا چکا ہوں میں
سُنا کے قصۂ اُلفت سُنا کے قصۂ غم
ہر ایک شے کو جہاں کی رُلا چکا ہوں میں
نہ دے مرے دلِ غمگیں مجھے فریب نہ دے
کسی کے حُسنِ نظر میں سما چکا ہوں میں
تمہارے بزم کے ماحول سے میں واقف ہوں
تمہاری بزم میں سو بار آ چکا ہوں میں
بھلا نہ یاد کریں کیوں مجھے وہ اے بہزادؔ
کہ آرزوؤں کی دولت لُٹا چکا ہوں میں

جہاں میں ہوں

ہر اک شے کا جدا انداز ہوتا ہے جہاں میں ہوں
وہاں نالہ بھی بے آواز ہوتا ہے جہاں میں ہوں
وہاں پر کھیلتی پھرتی ہیں تقدیریں زمانے کی
غرض اک محشر صد ناز ہوتا ہے جہاں میں ہوں
وہاں دانستہ گم ہو جاتی ہے موج ترنم بھی
تماشائے شکست ساز ہوتا ہے جہاں میں ہوں
محبت کی صدائیں پے بہ پے آتی ہیں ذرّوں سے
زمانہ گوش بر آواز ہوتا ہے جہاں میں ہوں
وہاں منزل نہیں ہوتی وہاں رہبر نہیں ہوتے
وہاں انجام کا آغاز ہوتا ہے جہاں میں ہوں
میں دو لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں اپنی رفعت کو
وہاں پر رنگ رُخ پرداز ہوتا ہے جہاں میں ہوں

وہاں کا ذرّہ ذرّہ شعریت میں ڈوب جاتا ہے
وہاں بہزادؔ ہی ہمراز ہوتا ہے جہاں میں ہوں

حالتِ اضطراب

وہ مرا پیچ و تاب دیکھیں گے
حالتِ اضطراب دیکھیں گے

ذرّے ذرّے کو تیرے صدقے میں
رشکِ صد آفتاب دیکھیں گے

تیری مست انکھڑیوں میں اے ساقی
لطفِ کیفِ شراب دیکھیں گے

ان کو دیکھیں گے اپنے پہلو میں
جام میں آفتاب دیکھیں گے

رات تاریک ہے چلے آؤ
جلوۂ ماہتاب دیکھیں گے

سہمی سہمی نظر کی قسم

ان کا حسنِ حجاب دیکھیں گے
ہم تو سوتے ہیں اس لئے بہزادؔ
کوئی رنگیں خواب دیکھیں گے

رنگِ شباب

یوں ہے ظالم ترے شباب کا رنگ
جیسے شیشے میں ہو شراب کا رنگ
کیا دکھاؤں میں پیچ و تاب کا رنگ
ہے عیاں رُخ سے اضطراب کا رنگ
کب جفا ہے وفاؤں کے بدلے
ہے زمانہ کے انقلاب کا رنگ
یوں چمکتے ہو تم حسینوں میں
جیسے تاروں میں ماہتاب کا رنگ

ہیں ہر اک شے میں آپ کے جلوے
ہے ہر اک چیز میں جناب کا رنگ
بدلا بدلا سا آ رہا ہے نظر
آج پھر دیدۂ پُر آب کا رنگ
یہ گلابی سے دیکھنا بہزاد
ان کے جلوے ہیں یا نقاب کا رنگ

کیفیاتِ آرزو

آپ کا جب مجھے خیال آیا
دل کی ہر آرزو کو حال آیا
کتنا نازک تھا دل کا آئینہ
ٹھیس لگتے ہی ہائے بال آیا
رُخ پہ کیوں کھیلنے لگی شوخی
دل میں کوئی حسین خیال آیا

اٹھیں تعظیم کو مری نظریں
جب کوئی صاحب جمال آیا
ہر تمنا ہے کچھ پریشان سی
آپ کو ظلم کا خیال آیا
جوش دست کرم بڑھا ان کا
جب بھی لب پر کوئی سوال آیا
ہچکیاں آرہی ہیں اے بہزاد
اُن کو شاید میرا خیال آیا

جستجوئے حسن و عشق

کہہ رہی ہے یہ آرزو میری
رکھے اللہ آبرو میری
پہلے کرتا تھا میں تلاش انہیں
اب وہ کرتے ہیں جستجو میری

کعبۂ دل کا احترام ہے یہ
ہر تمنّا ہے باوضو میری

ہوگیا چاک چاک گل دامن
گر ہوئی آستیں رفو میری

کہ رہا تھا جو ان کے جلووں سے
سُن رہے تھے وہ گفتگو میری

عرقِ انفعال رکھ لے گا
ان کی محفل میں آبرو میری

یہ خدا کا کرم ہے اے بہزاد
آج شہرت ہے چارسو میری

چاہتا ہوں

خوشی چاہتا ہوں نہ غم چاہتا ہوں
فقط اک نگاہِ کرم چاہتا ہوں

مغنی ترے نغمہ ہائے طرب میں
محبت کا میں زیر و بم چاہتا ہوں

نگارِ جہاں اے حسین زمانہ
تجھی کو خدا کی قسم چاہتا ہوں

یقیں جانئے گا خوشی تو خوشی ہے
میں غم کا بھی اپنے بھرم چاہتا ہوں

کہاں ضبطِ غم ہے کہ اب آنکھ نم ہے
یہ انداز الفت میں کم چاہتا ہوں

مجھے سجدے کرنے ہیں ہر ہر قدم پہ
میں ہر گام نقشِ قدم چاہتا ہوں

میں اس غم کے عالم میں بہزاد مضطر
بہر حال ان کا کرم چاہتا ہوں

عالمِ خراب

تو وہی ترا شباب وہی
کیوں نہ ہو مجھ کو اضطراب وہی
ظاہرا جس کو ہو گی ناکامی
ہو گا الفت میں کامیاب وہی
دیکھتی ہیں تری نگاہیں کیا
ہے مرا عالم خراب وہی
فرق ساقی کی ہے نگاہوں کا
ورنہ ساغر وہی شراب وہی
لاکھ الفت کے باوجود اب تک
تجھ کو مجھ سے ہے اجتناب وہی
نگہ استعجاب کیا دیکھے
تیرے جلوے وہی نقاب وہی

ہم ہی شاید بدل گئے بہزاد
ورنہ ہر سمت ہے شباب وہی

ذوقِ تجلّی

جلوہ جو بے کہے مجھے تم نے دکھا دیا
میری نظر کے ساتھ ہی دل مسکرا دیا
تو نے عطا کنندۂ روزِ ازل مجھے
سب کچھ دیا جو اک دلِ صبر آزما دیا
مجھ کو اگر ملال ہے تو یہ ملال ہے
اک یاد کرنے والے کو تم نے بھلا دیا
میں نے جہانِ عشق و محبت کے ساتھ ساتھ
دیکھو جہانِ حُسن کو بھی جگمگا دیا
تیری ہر اک ادا پہ زمانہ کی ہے نظر
تو مسکرا دیا تو جہاں مسکرا دیا

تو نے جو ہاتھ روک لیا کچھ نہ مل سکا
دینے پہ تو جو آیا تو بے انتہا دیا
میرے نہ چاہنے پہ بھی بہزاد مبتلا
ان کو مری نگاہ نے سب کچھ بتا دیا

دعوت محبت

محبت کی محفل میں آ کے تو دیکھو
ہمارا مقدر جگا کے تو دیکھو
محبت نہ گر جھوم جائے تو کہنا
جوانی کا نغمہ سُنا کے تو دیکھو
گراں بھی ہے بے حد سبک بھی ہے بےحد
ذرا بارِ الفت اٹھا کے تو دیکھو
مزہ تم کو آ جائے گا بندگی کا
ہر اک گام پر سر جھکا کے تو دیکھو

مری آرزوؤں کی دنیا کو آکر
نظر سے ذرا گدگدا کے تو دیکھو
عجب چیز ہے انتقام محبت
ذرا مجھ پہ تم ظلم ڈھا کے تو دیکھو
یہ مانا کہ بہزاد ہے غم کا عالم
مگر غم میں تم مسکرا کے تو دیکھو

ارے توبہ

حسن کی جنتیں ارے توبہ
عشق کی حیرتیں ارے توبہ
ٹیس اٹھتی ہے مسکراتا ہوں
درد کی لذتیں ارے توبہ
ہائے اس زندگی میں اس دل پر
روز کی آفتیں ارے توبہ

دل پرسانِ حال کوئی نہیں
اس پہ یہ حسرتیں ارے توبہ
عشق کے ساتھ بندگی بھی کروں
اس قدر فرصتیں ارے توبہ
لُٹ رہی ہیں بصورت جلوہ
حسن کی دولتیں ارے توبہ
غم میں بہزاد آپ ہنستے ہیں
آپ کی ہمتیں ارے توبہ

ذوقِ پرستش

نظر میری نہیں خالی اثر سے
نہ خود کو دیکھنا میری نظر سے
ابھی تازے ہی سے نقشِ قدم ہیں
ابھی گذرا ہے کیا کوئی ادھر سے

یہ میں کیوں بام و در کو تک رہا ہوں
مجھے الفت ہے تیرے بام و در سے
ابھی ٹھیرو ابھی جلووں کو روکو
ذرا میں پوچھ لوں اپنی نظر سے
مجھے جس نے کہیں کا بھی نہ رکھا
خدا سمجھے گا اس بیداد گر سے
محبت کی قسم - ذوقِ پرستش!
جبیں مانوس ہے اس سنگ در سے
خدا کے واسطے اب رحم فرما
کہو بہزاد اپنی چشمِ تر سے

رنگینیاں

سمجھتے ہو مجھے میں سو گیا ہوں
نہیں - رنگینیوں میں کھو گیا ہوں

بہت محفل میں تیری رو گیا ہوں
بہت اشکوں سے دامن دھو گیا ہوں

قسم تیرے خیالاتِ حسیں کی
تصوّر میں ترے گم ہو گیا ہوں

نہیں سویا ہوا میرا مقدر
مقدّر کی طرح خود سو گیا ہوں

تاسف رہبرو کیوں ہے کہ خود ہی
سرِ منزل میں آکر کھو گیا ہوں

محبت میں تری حیران خود ہوں
کہ میں کیا چیز تھا کیا ہو گیا ہوں

میں بہزاد حزیں الفت میں پھنس کر
محبت کا تماشہ ہو گیا ہوں

تابانیاں

ہر اک شے میں تو ہی تو جلوہ گر ہے
ہر اک شے جانِ دل جانِ نظر ہے
تمہیں یہ قصۂ گیسو و عارض
یہ اک افسانۂ شام و سحر ہے
یہی ہے بندگیٔ عشق و الفت
کہ اب یہ سر ہے اور وہ سنگ در ہے
الٰہی خیر میری حسرتوں کی
کہ میرے دل پہ پھر ان کی نظر ہے
میں خود کو ان کے آگے بھول بیٹھا
مجھے اپنی نہیں ان کی خبر ہے
کہیں جلوؤں سے نظریں جا لڑیں کیا
کہ خنداں آج ہر تارِ نظر ہے

مبارک تجھ کو اے شامِ محبت
کہ اب خنداں جوانی کی سحر ہے
میں دل کو کیا کروں بہزادِ مضطر
مجھے الفت نہیں ان سے۔ مگر ہے

کون؟

نگاہوں کی فضا پر چھا گیا کون؟
مرے دل میں یہ آخر آ گیا کون؟
یہ جلووں کی جھلک دکھلا گیا کون؟
نگاہوں کو مری تڑپا گیا کون؟
یہ دل پر بجلیاں برسا گیا کون؟
فسانہ طور کا۔ دُہرا گیا کون؟
کوئی للہ یہ مجھ کو بتا دے
مرے قلب و جگر بر گیا کون؟

خدا جانے مکاں سے لامکاں تک
خبر مجھ کو نہیں پہنچا گیا کون؟
ہر اک ذرہ ہے اک مہرِ درخشاں
کرم ذرّوں پہ یہ فرما گیا کون؟
نہیں ہیں وہ تو اے میرے تخیّل
تصوّر میں بتا یہ آ گیا کون؟
خبر بھی ہے یہ لے بہزادِ مضطر
محبت پر قیامت ڈھا گیا کون؟

شانِ جلوہ

شانِ جلوہ دکھائی جاتی ہے
ہر نظر آزمائی جاتی ہے
جانِ صد میکدہ ہے چشمِ حسیں
ہر نظر ڈگمائی جاتی ہے

اب تو ان مدبھری نگاہوں سے
دل پہ بجلی گرائی جاتی ہے
میں ہوں۔ بچتا ہوں ان حسینوں سے
اور طبیعت ہے آئی جاتی ہے
اے گھٹا اس میں میری کیا ہے خطا
توبہ خود لڑکھڑائی جاتی ہے
اشک گرتے ہیں ان کے دامن پہ
غم کی دولت لٹائی جاتی ہے
میں بتاتا ہوں بات اے بہزاد
جس طرح سے بنائی جاتی ہے

اعتبارات

آپ کا انتظار کرتا ہوں
ہر خزاں کو بہار کرتا ہوں

بجلیو؟ اپنے آشیاں کا غم
میں بقدرِ بہار کرتا ہوں
چاک کرنے کے واسطے دامن
انتظارِ بہار کرتا ہوں
ان کے دعوے ہیں اس قدر ہی جھوٹ
جس قدر اعتبار کرتا ہوں
اب پہنچ جاؤں گا میں منزل تک
راہِ نو اختیار کرتا ہوں
بے خودی دیکھ کر نہ لوٹیئے آپ
خود کو میں ہوشیار کرتا ہوں
میں تو ہر حال میں اے بہزاد
شکرِ پروردگار کرتا ہوں

کیوں نہیں ہے؟

مری ہر شے پریشاں کیوں نہیں ہے؟
یہ دامن بھی گریباں کیوں نہیں ہے؟
ترا جلوہ نمایاں کیوں نہیں ہے؟
نظر اب گُل بداماں کیوں نہیں ہے؟
یہ کیوں ہیں مضمحل سے آج تارے
یہ ہر شے اب درخشاں کیوں نہیں ہے؟
تجھی سے پوچھتا ہوں اب مرا دل
ترا ممنونِ احساں کیوں نہیں ہے؟
خدا جانے کہ اب تیرا تصوّر
نگاہوں میں خراماں کیوں نہیں ہے؟
ملی یہ حُسن کو کیوں نعمتِ خاص
محبت کیف ساماں کیوں نہیں ہے؟

ہیں پرساں ہم تو اے بہزاد سب کے
ہمارا کوئی پرساں کیوں نہیں ہے؟

پردہ داریاں

ہو چکیں پردہ داریاں اے دل
غم کی اب ہوں گی خواریاں اے دل
یاد آتی ہیں یا نہیں آتیں
شب کی اختر شماریاں اے دل
بزم میں ان کی شمع محفل سے
سیکھ لے غم گساریاں اے دل
چاند تاروں سے کیا نہیں ہوتیں
حُسن کی جلوہ باریاں اے دل
تیرے روکے تو رک نہیں سکتیں
یہ مری اشک باریاں اے دل

مجھ کو ہاں اک نظر نہیں بھاتیں
تیری یہ آہ و زاریاں اے دل
آج بہزاد کو مناتی ہیں
اُن کی منت گذاریاں اے دل

حُسن فسانہ

سُننے بیٹھا ہے کل زمانہ کیا؟
عشق کیا عشق کا فسانہ کیا؟
ان کے جلوے یہ مجھ سے پوچھتے ہیں
ہوش میں آگیا زمانہ کیا؟
ہو جو گلشن میں آشیاں ہے وہی
دُور گلشن سے آشیانہ کیا؟
کرنے والے وفاؤں کے دعوے
آگیا تجھ کو بھول جانا کیا؟

ہے مزا غم میں مسکرانے میں
شادمانی میں مسکرانا کیا

درد و غم ہے مرے ترانے میں
سن سکو گے مرا ترانا کیا

گر نبا ہوں نہ ان سے لے بہزاد
تو کہے گا مجھے زمانہ کیا

ناکام محبت

تم سامنے میرے تو نہ لو نام محبت
ناکام محبت ہوں ناکام محبت

اتنا تو بتا دے کہ یہ قاصد ترے لب پر
پیغام جوانی ہے کہ پیغام محبت

للہ محبت سے مجھے کوئی نہ روکے
معلوم ہے جو کچھ بھی انجام محبت

جب جانِ محبت ہے تمہارا ہر اک انداز
پھر خود کہو کیوں کروں اہتمام محبت

جذباتِ محبت پہ ہے اک کیف سا طاری
ہر ایک نظر آپ کی ہے جام محبت

یہ عارضِ تاباں ترے یہ گیسوئے مشکیں
اک صبح محبت ہے تو اک شام محبت

جس شخص کو بہزادِ حزیں کہتی ہے دنیا
ہاں تیری قسم ہے وہی بدنام محبت

تلاشِ ناکام

میں زیست میں کوئی منزل تلاش کر نہ سکا
جو کر سکا ترے قابل تلاش کر نہ سکا

جہاں عشق و وفا میں خوشی کا ذکر ہے کیا
غم و الم کی بھی محفل تلاش کر نہ سکا

تمہیں پتہ ہے تمہیں علم ہے مرے دلکا
ہجومِ یاس میں میں دل تلاش کر نہ سکا

گئے حواس زِہ طوفانِ غم میں گھر کے مرے
قریب ہونے پہ ساحل تلاش کر نہ سکا

ہزار کوششیں کیں لاکھ جستجو ئیں کیں
مگر میں اُن کا مقابل تلاش کر نہ سکا

جہاں میں حُسن کے حاصل ملے ہزار مگر
جہاں میں دل کا میں حاصل تلاش کر نہ سکا

میں اس کو کیا کروں بہزاد انکے جلوؤں کو
نگاہ بن گئی حاصل۔ تلاش کر نہ سکا

زندگی محبت

کبھی لب پہ نالے کبھی کچھ ہنسی ہے
محبت کی بھی کیا عجب زندگی ہے

اگر اس کے ترسے ہوئے ہیں تو ہم ہیں
تمہارے لئے حسن کی کیا کمی ہے

جبیں ہے مری اور ترے نقش پا ہیں
یہی بندگی اب مری بندگی ہے

نہیں ماضی و حال میں فرق میرے
جو کل زندگی تھی وہی آج بھی ہے

وہ جذباتِ الفت کو ٹھکرا رہے ہیں
اُسے حسن کہتے ہیں یہ عاشقی ہے

یہ کیا ماجرا ہے کہ قمری یہ بلبل
ہے جو بھی مری داستاں کہہ رہی ہے
ذرا جلد تو بزم الفت میں آجا
کہ اس بزم میں تیرا بہزاد بھی ہے

کچھ اور

کیف ہے انتظار میں کچھ اور
آمدِ حسنِ یار میں کچھ اور
رنگ بدلا ہے لالہ و گل نے
اب کی فصلِ بہار میں کچھ اور
تم اگر پاس ہو تو دل میں مرے
غم ہے اب کی بہار میں کچھ اور

جیتنا ہی بساطِ عشق کا کیا
ہے مگر لطف ہار میں کچھ اور
یہ گھٹا ہے تو آج اے ساقی
ہے دلِ مے گسار میں کچھ اور
ہے یہاں وحشت و جنوں کے سوا
دامنِ تار تار میں کچھ اور
بات بہزاد آج دیکھتا ہوں
جلوۂ حُسنِ یار میں کچھ اور

تیرے بغیر

زندگی دشوار ہے تیرے بغیر
ہر نفس آزار ہے تیرے بغیر

کھا کے کہتا ہوں محبت کی قسم
عاشقی بیکار ہے تیرے بغیر
آ۔ کہ اب تو اس جہانِ عشق میں
دل ذلیل و خوار ہے تیرے بغیر
آ بھی اب جانِ مسرت آ بھی جا
غم سے دل دو چار ہے تیرے بغیر
اب ہنسی اک بار بھی لب پر نہیں
آنکھ نم سو بار ہے تیرے بغیر
دیکھ آ کر یہ ترا بہزاد آج
کس قدر بیزار ہے ترے بغیر

اعتبارِ محبت

ہے اتنا ابھی اعتبارِ محبت
مرے دل کو ہے انتظارِ محبت
اُدھر ایک ہے ہستیٔ ظلم پرور
اِدھر ایک الفت شعارِ محبت
ابھی اک نئی زندگی چاہتا ہوں
ابھی دیکھنا ہے بہارِ محبت
جسے تم نے کل دولتِ عشق دی تھی
وہی آج ہے سوگوارِ محبت
بتاؤں مری وجہِ تخلیق کیا ہے
بنا ہوں اٹھانے کو بارِ محبت

حقیقت کو جلووں کی پہچانتا ہوں
نہ بے خود ہو کیوں ہوشیارِ محبت
محبت کو چاہے وہ جو کچھ بنا دے
ہے بہزاد کو اختیارِ محبت

بیخودی عشق

کہہ دیا ان سے دل نے اپنا غم
ہائے خود کھو دیا بھرم اپنا
آرزو ذرا سنبھل جاتا
ان سے کہتے ہیں حال ہم اپنا
کیوں کہوں میں نہیں کوئی ہمدم
رنج اپنا ہے اور غم اپنا

بڑھ رہا ہے اُدھر جہاں سارا
پڑ رہا ہے جدھر قدم اپنا
ہیں نے بدلا ہے آپ ہی کے لئے
رنگ یہ آپ کی قسم اپنا
شکل میں آنسوؤں کی اب ہر دم
حال کہتی ہے چشمِ نم اپنا
اپنے بہزاد مبتلا پر بھی
کیجئے کچھ نہ کچھ کرم اپنا

کائناتِ غم

وقفِ رنج و الم حیات ہے آج
ہاں جواں غم کی کائنات ہے آج

۷۵

اپنے قرباں کہ ہر نظر میری
وقفِ بزمِ تصورات ہے آج

ضبطِ گریہ۔ شعارِ الفت ہے
رو رہا ہوں عجیب بات ہے آج

نظریں تم تک پہنچ نہیں سکتیں
وہ ہجومِ تجلیات ہے آج

اشک دامن پہ بھی ہیں آنکھ میں بھی
منتشر غم کی کائنات ہے آج

ہر طرف پا رہا ہوں میں تم کو
کتنا جوشِ تخیلات ہے آج

با ادب ہے ہر ایک شے بہزاؔد
کیسا دورِ تکلفات ہے آج

آرزوئے اضطراب

اللہ اللہ آرزوئے اضطراب
کر رہا ہوں جستجوئے اضطراب
دیکھ کر ان کو نہ مچلا شکر ہے
دل نے رکھ لی آبروئے اضطراب
اس جگہ پر اب سکوں پاتا ہے دل
جس جگہ ہوتی ہے بوئے اضطراب
آنکھ سے غم میں نہیں آنسو رواں
بہہ رہی ہے آب جوئے اضطراب
زرد ہے چہرہ تو نظریں ہیں اداس
اللہ اللہ رنگ و بوئے اضطراب

مضطرب ساغر میں ہاں عجلت کے ساتھ
لوٹ دے ساقی سبوئے اضطراب
مضطرب ہر شے نظر آنے لگی
رخ سکوں کا بھی ہے سوئے اضطراب
اے خدائے رنج و غم بہزاد کو
یوں ہی رکھنا سرخ روئے اضطراب

ہونا تھا

حسن کو بے نقاب ہونا تھا
عشق کو کامیاب ہونا تھا
پُر ہیں اشکوں سے کیوں تری آنکھیں
ان کو جام شراب ہونا تھا

پڑنی تھی آپ کی نگاہِ کرم
ذرّے کو آفتاب ہونا تھا

مسکراتیں نہ کیوں تری نظریں
ہر نظر کا جواب ہونا تھا

تیرے جلووں کی اس میں کیا ہے خطا
حال دل کا خراب ہونا تھا

عشق کس واسطے ہوا پیدا
حسن کا سدِ باب ہونا تھا

کیوں ہو ناکامیوں کا غم بہزاد
مجھ کو ناکامیاب ہونا تھا

غرورِ حُسن

ہم نے اتنا تو دور سے دیکھا
تم نے ہم کو غرور سے دیکھا
پھر بھی زد میں نگاہ آ ہی گئی
لاکھ جلوؤں کو دُور سے دیکھا
حُسن والوں نے عشق والوں کو
جب بھی دیکھا غرور سے دیکھا
آج فریادِ غم نکل ہی گئی
اس دلِ ناصبور سے دیکھا
جو نظر آئی کامیاب آئی
آج اُن کے حضور سے دیکھا

لاکھ افسانہ ہائے طور بنے
جلوۂ نور نور سے دیکھا
اُس نے مجھ کو بھی آج اے بہزاد
نگہِ پُر سُرور سے دیکھا

غمِ عاشقی

رنج و غم عاشقی میں سہتے ہیں
اشک کب بے سبب یہ بہتے ہیں
وہ الم ہو کہ ہو خوشی۔ ہم تو
مست ہر حال میں ہی رہتے ہیں
دن کے ذرّے یہ رات کے تارے
آپ کے منتظر سے رہتے ہیں

منہمک ہم آج کل دن رات
اب تصور میں ان کے رہتے ہیں
خود ہی ہم کو نہیں ہے یہ معلوم
کس کی ہم جستجو میں رہتے ہیں
واسطہ مجھ کو کیا مسرت سے
ہنس پڑوں گا جو آپ کہتے ہیں
خود کو بہزاد شاعر خوش گو
میں نہیں کہتا لوگ کہتے ہیں

حوصلہ عشق

کیجئے عرض مدعا کیجئے
عشق میں کچھ تو حوصلہ کیجئے

وہ ستم کہ وہ کرم سے بچیں
اُن سے ہر بات کا گلہ کیجئے

عشق ہی کیجئے حسینوں سے
زندگانی میں اور کیا کیجئے

دل بنا ہے مسرتوں کے لئے
دل کو غم سے نہ آشنا کیجئے

ہیں قیامت یہ آپ کے جلوے
ان کو محفوظ ہی رکھا کیجئے

بات جو ناگوارِ خاطر ہو
ہم سے فوراً ہی کہدیا کیجئے

اپنے بہزاد کے فسانے کو
دل لگا کر ذرا سُنا کیجئے

حُسنِ صفات

مجھ کو میری حیات نے لوٹا
عشق کی کائنات نے لُوٹا

آپ کی بے مروتی کی قسم
آپ کے التفات نے لُوٹا

زندگی تھی حیات کے قابل
زندگی کو حیات نے لُوٹا

دولتِ شوق کو مری آ کر
حُسن کی ایک ذات نے لُوٹا

میرے نالوں کا میرے غم کا مزہ
ایک تاریک رات نے لُوٹا

میرے دل کو مری نگاہوں کو
اُن کی ایک ایک بات نے لوٹا
سچ اگر پوچھتے ہو اے بہزاد
مجھ کو حُسنِ صفات نے لوٹا

لغزشِ مستانہ

پھر ہے کھُلا ہوا درِ میخانہ آج کل
پھر جوش میں ہے گردشِ پیمانہ آج کل
کیا ہو رہے ہیں یہ مری توبہ کو دیکھ کر
راز و نیاز شیشہ و پیمانہ آج کل
صدقے ہزار توبہ ترے ایک جام پر
میرے لئے ہے لغزشِ مستانہ آج کل

دامن بھی چاک چاک گریباں بھی چاک چاک
وحشت پسند ہے دلِ دیوانہ آج کل

ساغر کو لے اڑی مری توبہ کو لے اڑی
دیکھے تو کوئی جرأتِ رندانہ آج کل

ساقی کو بھی عزیز ہے رندوں کو بھی عزیز
مستی مری ہے حاصلِ میخانہ آج کل

بہزاد کا خیالِ حسیں ہے مرے لئے
کہتا ہے یہ تصور جانانہ آج کل

اُلفت نہ کر سکے

واحسرتا کہ تجھ سے ہم اُلفت نہ کر سکے
حد ہو گئی کہ شکوۂ قسمت نہ کر سکے

باز آئے ایسے رعب سے جس رعب میں کہ آج
ہم شرحِ آرزو کی بھی ہمت نہ کر سکے

وابستۂ خیال ہمارا ہے ہر نفس
ہم دل سے دور تیری محبت نہ کر سکے

دل کو کیا نگاہ نے اک آن میں تمام
شکوے کی آرزو تھی شکایت نہ کر سکے

بالائے طور دیکھنے والوں کو آفریں
ہم تو نظر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے

ہم ایسی بےبسی کے نہ قربان جائیں کیوں
دل سے بیاں بھی دل کی حکایت نہ کر سکے

دُنیائے عاشقی میں خوشی تو بڑی ہے چیز
بہزادؔ ہم تو غم کی بھی حسرت نہ کر سکے

آغاز اور انجام

آرزو ناکام تھی ناکام ہے
عشق کا آغاز بھی انجام ہے

اللہ اللہ سجدہ ہر گام پر
لب پہ میرے آپ کا ہی نام ہے

ہر نظر سے لاکھ جلوے ہیں عیاں
ہر نظر الفت کا ایک پیغام ہے

پوچھتے کیا ہو مریضِ ہجر کو
آپ کے صدقے میں اب آرام ہے

آہ جب لب پر تھی اب ہوئی نالہ زن
کیا سحر تھی عشق کی کیا شام ہے

کہہ رہے ہیں لوگ دیوانہ مجھے
کیا محبت کا یہی انجام ہے
کر دیا بہزاد یوں جلووں کو عام
واقعی یہ حسن کا ہی کام ہے

جانِ محبّت

اک بے وفا کو جانِ محبت سمجھ لیا
میں نے فریبِ دل کو حقیقت سمجھ لیا
ذرّوں کو جب ہوئیں تری نورانیاں نصیب
ہم نے ہر ایک ذرّے کو جنّت سمجھ لیا
اللہ رے بدظنیٔ محبت کہ آپ نے
ہر لفظِ آرزو کو شکایت سمجھ لیا

اب مجھ کو تم سے کوئی شکایت نہیں رہی
میں نے تمہارا رنگ طبیعت سمجھ لیا
قربان جائیے ترے حسنِ خیال کے
تو نے ہر اک کو بندۂ الفت سمجھ لیا
کیا رنگِ حسن و عشق ہے کیا رنگ دھر ہے
ہر شئے کو ہم نے تیری بدولت سمجھ لیا
کیں اُس نے بے وفائیاں بہزاد مبتلا
جس کو بھی ہم نے جانِ محبت سمجھ لیا

فیضِ جلوہ

اس کی قسمت کا نام ہو جائے
جس کو جینا حرام ہو جائے

جلوے وہ چاہتی ہے میری نظر
جن کی دنیا غلام ہو جائے

جس کا پینا کبھی خراب نہیں
وہ عطا ایک جام ہو جائے

آپ کا ہی کرم ہے یہ ورنہ
ذرّہ مہر تمام ہو جائے

وقت ہے اب نقاب اُلٹنے کا
تیغ ہاں بے نیام ہو جائے

وہ فسانہ تو عام ہو ہی چکا
یہ فسانہ بھی عام ہو جائے

وہ بھی بہزاؔد کیا کرے جس کو
مرنا جینا حرام ہو جائے

جذبۂ دِل

اُٹھ رہا ہوں میں تیری محفل سے
ہو کے مجبور جذبۂ دل سے
گمرہی سے ہوں کس قدر مانوس
بھاگتا ہوں میں دُور منزل سے
کوئی مجھ تک نہ ناخدا پہونچے
کر رہا ہوں خطاب ساحل سے
واقعی آج ہم تو بھر پائے
ان کی محفل سے رنگِ محفل سے

رعب جلوہ ہے داب جلوہ ہے
گفتگو کر رہا ہوں مشکل سے

لذتیں کس قدر ہوئیں حاصل
درد سے درد و غم کے حاصل سے
آرزو سے ہی عشق ہے بہزاد
کاش نکلے نہ آرزو دل سے

گریۂ صبح و شام

ہم نے گریہ جو صبح شام کیا
زندگی الم کا نام کیا
چشمِ گریاں سے پوچھتا ہوں میں
دل کا افسانہ کس نے عام کیا
کر دیا بدگمان وعدوں سے
کیا یہ تو نے خیالِ خام کیا

اللہ اللہ تیرے جلووں نے
ہر نظر کو مری سلام کیا
جام ٹوٹے ہزار توبہ پر
میں نے خالی جو ایک جام کیا
بچ کے نکلا جو میکدے سے میں
مست آنکھوں نے آ سلام کیا
شوق سے سن رہے تھے وہ بہزاد
تم نے افسانہ کیوں تمام کیا

آرزوئے خفتہ

رو رہا ہوں تو مجھ کو رونے دو
عشق میں زندگی کو کھونے دو

رشتۂ نور میں محبت کے
اب مجھے اشکِ غم پرونے دو
ہر مقدر کا کام ہے سونا
کیوں جگاتے ہو اس کو سونے دو
دل کی میرے تمہیں ہے کیا پروا
درد ہوتا ہے دل میں ہونے دو
ہے مجھے عمرِ جاوداں کی تلاش
جان کھوتا ہوں مجھ کو کھونے دو
دل کی آغوش میں تھکی ہاری
آرزو سو رہی ہے سونے دو
پائے گا دل سکوں اے بہزاد
شب گذر جائے صبح ہونے دو

میں ہوں

یہ ہے ارمان میرا دل ہو میں ہوں
کوئی رنگین سی محفل ہو میں ہوں
مزہ ہے زندگیٔ غم کا جب تک
ہر اک لمحہ کوئی مشکل ہو میں ہوں
حسین کوئی نہیں چھپتا نظر میں
کوئی جلوہ مرے قابل ہو میں ہوں
یہی ہے صرف اب میری تمنّا
محبّت کا مری حاصل ہو میں ہوں
کبھی وہ دن بھی آئے گا الٰہی
مقابل وہ مہ کامل ہو میں ہوں

رہِ منزل میں کہہ دوں راہبر سے
فقط ایک دوریٔ منزل ہو یں ہوں
محبت کے جہاں میں کاش اب تو
فقط بہزاد میرا دل ہو یں ہوں

عاشقی کیا ہے؟

پوچھتے ہو۔ کہ عاشقی کیا ہے؟
کیا ہے یہ غم کی زندگی کیا ہے؟
خوش ہوں تیری خوشی میں اے ظالم
میری اس کے سوا خوشی کیا ہے؟
دامنِ چاک کے صدقے
یہ تو آغاز ہے ابھی کیا ہے؟

مرنا جینا ہے کھیل دنیا کا

اُن پہ مرنا ہے بات ہی کیا ہے

کاش اتنا ہی پوچھ لو۔ تم سے

آرزو میری چاہتی کیا ہے

سجدہ کر لینا سنگ در پہ ترے

اور بندے کی بندگی کیا ہے

حسن کی ہے خوشی، خوشی بہزاد
عاشقی کی بھلا خوشی کیا ہے

سکونِ کائنات

کیا محبت کی رات ہوتی ہے

پر سکون کائنات ہوتی ہے

کاٹے کٹتی نہیں ہے فرقت میں
کس قیامت کی رات ہوتی ہے

عشق و الفت میں مرگ ناکافی
حاصلِ صد حیات ہوتی ہے

زندگی تو زندگی ہے مگر
بعد اس کے حیات ہوتی ہے

زندگی میں حیات کی مدت
ایک دن کی ایک رات ہوتی ہے

رات دن کے غم و الم سے مجھے
دیکھئے کب نجات ہوتی ہے

کٹ رہی ہے عجیب طور سے زیست
دن گزرتا ہے رات ہوتی ہے

خوش ہوں بہزاد آج میری نظر
واقفِ حسنِ ذات ہوتی ہے

ان دنوں

اک بے وفا سے مجھ کو محبت ہے ان دنوں
اس دل کو تو خوشی بھی اک آفت ہے ان دنوں
آواز دے رہی ہیں یہ کس کو مسرتیں
مجھ کو تو درد و غم کی ضرورت ہے ان دنوں
میں بے نیازِ حسنِ مجازی ہوں آج کل
آنکھوں میں میری حسنِ حقیقت ہے ان دنوں
یہ ساتھ دے رہی ہے ہر اک حال میں مرا
مجھ کو عزیز تر مری وحشت ہے ان دنوں

حسن بہار تک بھی مجھے ناگوار ہے
بدلا ہوا سا رنگ طبیعت ہے ان دنوں

دیکھو جو اضطراب سوا ہے عجب ہے کیا
ان کا شباب بھی تو قیامت ہے ان دنوں

تجھ کو خبر بھی ہے کہ فقط تیری ذات سے
بہزاد مبتلا کو شکایت ہے ان دنوں

فریبِ عاشقی

دیا مجھ کو دھوکہ مری عاشقی نے
تمنا رہی کہ نہ لوٹا کسی نے

نہ تو آرہا تھا۔ نہ تیرا تصوّر
نگاہوں کو دھوکہ دیا تھا کسی نے

یہ درسِ خودی۔ اس کو اللہ سمجھے
نہ رکھا کہیں کا کبھی اس بے خودی نے

کوئی خود ہی جب ڈوبنا چاہتا تھا
تو کیوں ڈوبتے کو ابھارا کسی نے

یہ سجدوں نے دی ہے مجھے سرفرازی
مجھے سر چڑھایا مری بندگی نے

خبر ہے؟ ترے حُسن کی زندگی کو
سراہا ہے بہزاد کی عاشقی نے

ترانۂ بے کیف

بے کیف ہیں آوازیں بے رنگ ترانہ ہے
جب سے کہ گئے ہو تم سنسان زمانہ ہے

آغاز بھی تم ہی تھے انجام بھی تم ہو
جب بھی یہ فسانہ تھا اب بھی یہ فسانہ ہے

جو کچھ بھی میں کہتا ہوں جو کچھ بھی وہ سنتے ہیں
باطن میں حقیقت ہے ظاہر میں فسانہ ہے

گر تم نہیں بے پردہ پھر کیوں ہیں یہ تنویریں
ذرّے جو منور ہیں اور روشن جو زمانہ ہے

بلبل کی زباں پر بھی قمری کی زباں پر بھی
میری ہی کہانی ہے میرا ہی فسانہ ہے

چھائی ہے گھٹا ہر سو سنکی ہے ہوا ہر سو
ایسے میں چلے آؤ موسم بھی سہانا ہے

جاؤں تو کہاں جاؤں اے سنگِ درِ جاناں
بربادِ دو عالم ہوں اب کون ٹھکانا ہے

اے اشکِ ندامت آ شرمائے وہ بیٹھے ہیں
اک آگ لگانا ہے اک آگ بجھانا ہے

منزل کی کسے پروا اے رہنما ہٹ جا
ٹھوکر کی تمنّا ہے منزل کا بہانا ہے

یہ رنج و الم کیا ہیں کیف و مسرت کیا
سب ان کے کرشمے ہیں قسمت کا بہانا ہے

خوش کام دو عالم تھا ناکام دو عالم ہوں
قدموں پہ زمانہ تھا ٹھوکر میں زمانہ ہے

دنیا بھی تم ہی تک ہے دو عالم بھی تم ہی تک ہے
جب تم ہی نہیں اپنے بیکار زمانہ ہے

کچھ اُن سے چھپاتا ہوں کچھ دل سے چھپاتا ہوں
کچھ اُن کو سُنانا ہے کچھ دل کو سنانا ہے

پُرزے بھی ہوا تو کیا سالم بھی رہا تو کیا
دامن کو بہر صورت دامن نظر آنا ہے

اوروں کو عطا کردے یہ ساغر و مینائی
آنکھوں سے پلا ساقی گر تجھ کو پلانا ہے

بہزادِ حزیں ہم نے ٹھکرا دیئے دو عالم
اس بزم میں اب اپنا آنا ہے نہ جانا ہے

تخلیقِ دل

دل بنا ہے مصیبتوں کے لئے
یعنی الفت کی کلفتوں کے لئے

وقف ہے اب تو ہر نظر میری
تیرے جلووں کی جنّتوں کے لئے
میرا دامن، مرا گریباں ہے
دست وحشت کی وحشتوں کے لئے
آپ افسوس کر رہے ہیں کیوں
میری پامال حسرتوں کے لئے
اس کی کیا بندگی ہے اے واعظ
جس کے تقوے ہوں جنتوں کے لئے
انہماک غم و الم ۔ توبہ !
دل تڑپتا ہے فرصتوں کے لئے
اب تو بہزاد کا ہر ایک گناہ
صرف ہوتا ہے رحمتوں کے لئے

دلِ مغموم

اک دلِ مغموم کو آنسو بہانا آگیا
ناز والے ناز کرنے کا زمانہ آگیا

انتہائے غم میں بھی مسرور ہوں شاداں ہوں
لو مبارک ہو مجھے بھی مسکرانا آگیا

اللہ اللہ میری منزل اس سے بھی آگے ہے کیا
جس جگہ جھکتے ہیں سر وہ بھی ٹھکانا آگیا

آپ کے نقشِ قدم پر رکھ جو دی میں نے جبیں
میرے قدموں میں وہیں سارا زمانا آگیا

میری جانب لے چلا صیاد جب میرا قفس
میں بھی سمجھا کہ میرا آشیانا آگیا

خام کارِ عشق بھی اب پختہ کارِ عشق ہیں
صدمے سہنا آگئے ہیں غم اٹھانا آگیا

آپ کے جلوے جو بے پردہ نظر آنے لگے
میری نظروں میں سمٹ کر کل زمانہ آگیا

پاؤں میں لغزش ہے تیرے بند ہیں آنکھیں تری
ہوش میں بہزادؔ آ۔ وہ آستانہ آگیا

نظر آیا

جب وہ دامن کشاں نظر آیا
وجد میں کل جہاں نظر آیا

بجلیو؟ ہنس رہی ہو کیوں پیہم
کیا مرا آشیاں نظر آیا

ان کی رعنائیاں جو عام ہوئیں
سارا عالم جواں نظر آیا

گلستاں پر پڑا جو عکسِ جمال
گلستاں گلستاں نظر آیا

گزرے جس پر سے آپ وہ جادہ
رشکِ صد کہکشاں نظر آیا

غم کا ہر لحظہ غم کا ہر لمحہ
آفتِ ناگہاں نظر آیا

میرے دل میں بسا ہوا بہزاد
حسرتوں کا جہاں نظر آیا

نیازِ عشق

اتنا بڑھا نیازِ عشق صورتِ ناز ہو گیا
یعنی کہ خود ہی آئینہ آئینہ ساز ہو گیا
قلب غریب کی نہ پوچھ وقفِ مجاز ہو گیا
عام تھا جو کہ واقعہ آج سے راز ہو گیا
دل کا عجیب حال ہے تیرا اسے خیال ہے
یہ تھا حقیقت آشنا وقفِ مجاز ہو گیا
اُف رے وفورِ بندگی بندے ہیں کس غضب کے ہم
جس پہ نگاہ ڈال دی بندہ نواز ہو گیا
حال جو میرا حال تھا سجدہ جو بے خیال تھا
میرا وہ کفرِ بندگی عینِ نماز ہو گیا

لب پہ دعا نہیں ابھی نالہ رسا نہیں ابھی
لطف یہ ہے درِ قبول پہلے سے باز ہو گیا
آج ہے عشق بے خبر حُسن کا مرکزِ نظر
دیکھ انیازِ عشق بھی واقفِ ناز ہو گیا

نگاہِ حُسن

شبِ غم یہ کیوں مختصر ہو گئی
الٰہی ابھی سے سحر ہو گئی
کبھی آہ کی اور کبھی رو دیئے
اسی حال میں رات بھر ہو گئی
رہِ عشق میں صرف اتنا ہوا
جبیں واقفِ رہ گزر ہو گئی

مبارک۔ مرا دل تڑپنے لگا
نظر آپ کی کارگر ہوگئی

کبھی آہ ہم نے نہ کی درد میں
کبھی گر ہوئی آنکھ تر ہوگئی

نگاہِ محبت کی قسمت کھلی
نظر چار بار دگر ہوگئی

مرے حال کی اُن کو بہزادؔ آہ
نہ جانے کہ کیوں کر خبر ہوگئی

فتنہ سامانیاں

سامنے بے پردہ کیا وہ فتنہ ساماں آگیا
خود بخود کیوں ہاتھ میں گریباں آگیا

تو ہماری بت پرستی عینِ ایمان بن گئی
کفر کے انداز میں جانِ صد ایماں آگیا

کیوں نہ جھک جاتی جبینِ شوق ہر جانب مری
جس طرف نظریں اٹھیں وہ روئے تاباں آگیا

تجھ کو کیوں آخر تلاش و جستجو کرنا پڑی
ہیں نشیمن لے کے اپنا برقِ سوزاں آگیا

پھر بڑھا دستِ جنوں پھر ور گریباں کی طرف
ہو مبارک رنگ پر اپنے گلستاں آگیا

آگیا ہر زخم کو دل کے نمک پاشی کا لطف
ہاتھ میں جس وقت بھی ان کے نمکداں آگیا

میں تو تھا بہزاؔد مضطر بے نیازِ آرزو
یہ مری تقدیر تھی ہاتھ اُن کا داماں آگیا

غمِ محبت

زمانے بھر کا غم ہے اور میں ہوں
محبت کا الم ہے اور میں ہوں
جفاؤں کے لئے ہے میری ہستی
ستم گر کا ستم ہے اور میں ہوں
مری توبہ ؟ مجھے اب چاہیئے کیا
سُرورِ بیش و کم ہے اور میں ہوں
مرے ایمان کا اللہ حافظ
کسی بُت کی قسم ہے اور میں ہوں
سرِ مژگاں ہیں کچھ ساکت سے آنسو
مرے غم کا بھرم ہے اور میں ہوں

مرے دامن کی رنگینی نہ پوچھو
کسی کی چشمِ نم ہے اور میں ہوں
تصوّر میں کوئی اٹھلا رہا ہے
ہر اک جانب ارم ہے اور میں ہوں
مری ناشکریاں اللہ توبہ!
غمِ جاہ و حشم ہے اور میں ہوں
مری قسمت تو اے بہزاد دیکھو
کہ اب دستِ کرم ہے اور میں ہوں

اشارے

مرے دل کو کرکے اشارے محبت
مجھے دے رہی ہے سہارے محبت

نہ تم کو پکارے تو تم ہی بتاؤ
کسے غم میں گھر کر پکارے محبت

گریباں ہے کیوں چاک کوئی تو پوچھے
ذرا اپنی حالت سنوارے محبت

مری سمت دیکھو مجھے یہ بتاؤ
کسے کر رہی ہے اشارے محبت

بساطِ الم میں میں یہ چاہتا ہوں
نہ جیتے محبت نہ ہارے محبت

محبت کے تو نام پر میں مٹا ہوں
پکارے تو مجھ کو پکارے محبت

وہ بہزاد! کھلائیں گے داغِ الفت
وہ چمکائے گی چاند تارے محبت

حاصلِ غم

جس کو کہتے ہیں مسرت غم کا حاصل ہوگئی
میری محفل رفتہ رفتہ ان کی محفل ہوگئی

یاد ان کی اس قدر دل میں رہی دل ہوگئی
زندگی اب زندگی کہنے کے قابل ہوگئی

رہروئ راہِ الفت صرف میرا کام ہے
جس قدر نزدیک پہنچا دُور منزل ہوگئی

میری کشتی کے لئے رحمت ہے یہ طوفانِ تیز
اللہ اللہ موج جو اٹھی وہ ساحل ہوگئی

محوِ حیرت کر رہی ہیں آئینہ سامانیاں
جانے کیا شے ہے کہ جو میرے مقابل ہوگئی

آنکھ میں اشک الم بن کر رہی ہے یاد دوست
جب مرے سینے میں در آئی مرا دل ہو گئی
ہائے کیا اس چشم نازک میں بھی آنسو آ گئے
بے کہے کیوں داستاں کہنے کے قابل ہو گئی
اک زمانہ تھا کہ ان کے واسطے جیتے تھے ہم
ان کی خاطر زندگی بہزادؔ مشکل ہو گئی

کلام مِرا

صبح میری نہ وقتِ شام مرا
غم نے برہم کیا نظام مرا
وجد میں ہے جہاں محبت کا
ان کے لب پر ہے آج نام مرا

کیوں گرجتا ہے مجھ پہ ابرِ بہار
توبہ بے پینے گئی ہے جام مرا

جانتے ہیں یہ خوب نقشِ قدم
نقشِ سجدہ ہے گام گام مرا

جُرم کہتی ہو جو محبت کو
ایسی دنیا کو ہے سلام مرا

کاش یہ جلوے ہی ترے تجھ تک
آج پہنچا دیں اک پیام مرا

آہ بہزاد ؔ خوب کہتے ہو!
سُن کے کہتے ہیں سب کلام مرا

کیفِ عاشقی

مجھ کو کیفِ عاشقی حاصل کہاں
میں کہاں اور آپ کی محفل کہاں

گھر گئی جلووں میں میری چشمِ شوق
مجھ کو لے آیا میرا دل کہاں

آہِ دل نے تھام لی کشتیِ دل
ورنہ بحرِ غم کا ہے ساحل کہاں

دل سے اٹھی لب سے باہر ہو گئی
دیکھئے پہنچے یہ آہِ دل کہاں

ہے نظر میں حسن کی معیارِ عشق
عشق میرا حسن کے قابل کہاں

اپنی میں اس خفتہ پائی کے نثار
میں کہاں اور قربتِ منزل کہاں

کچھ نہیں معلوم بہزاد حزیں
میں کہاں ہوں اور ہے میرا دل کہاں

رنگِ کرم

رہ گئیں تشنۂ بیاں آہ مری کہانیاں
رنگِ کرم نہ لے سکیں یار کی مہربانیاں

میرا ہی سادہ ہے مزاج اسکی تو اور بات ہے
ورنہ اسی طرح سے ہیں عشق کی بدگمانیاں

ہو گیا محشر خموش جوش رہا بعدِ ہوش
حسن نے جب نگاہ کی لٹنے لگیں جوانیاں

اب بھی ہے دل میں درد سا اب بھی اشک خوں نما
یاد ہیں آج تک ہمیں آپ کی مہربانیاں

غم نے تمام کر دیا قصّے کو عام کر دیا
خواب سبک کے واسطے آہ یہ سرگرانیاں

عشق کی یہ خصوصیت حسن کی یہ عمومیت
ایک نظر کے سامنے لاکھ میں ضو فشانیاں

میری طرف نگاہ کر دل کو نہ یوں تباہ کر
یاد رہیں گی عمر بھر یہ تری مہربانیاں

مآلِ غم

اشکِ خوں دل کا حال کہتے ہیں
اس کو رنگِ ملال کہتے ہیں

آج تک کوہِ طور کے ذرّے
داستانِ جمال کہتے ہیں

ہے خراجِ وفا کی مجھ کو طلب
ہاں اسی کو سوال کہتے ہیں
تیری آنکھوں میں جو ہے مے اس کو
اہلِ عالم حلال کہتے ہیں
انس تھا پہلے تجھ سے اب نفرت
اس کو شیشے میں بال کہتے ہیں
بند آنکھیں ہیں میری لب ہیں خموش
اس کو محوِ خیال کہتے ہیں
ہر طرح خوش ہوں آج میں بہزاد
اس کو غم کا مآل کہتے ہیں

حُسن کا صدقہ

تمہارے نہ تھے جو تمہارے ہوئے ہیں
جو جیتے ہیں وہ بھی ہارے ہوئے ہیں

پہنچ کر فلک پر جو تارے ہوئے ہیں
یہ صدقے تمہیں پر اتارے ہوئے ہیں

نہ سمجھا زمانہ نہ جانے دو عالم
نظر ہی نظر میں اشارے ہوئے ہیں

ہزاروں حجابوں میں بھی وہ تجلی
زمانہ یہ سمجھا نظارے ہوئے ہیں

بڑے زور میں چل رہی ہیں ہوائیں
ہم اپنا سفینہ ابھارے ہوئے ہیں

مرے قلب میں تھے جو داغِ محبت
وہی بڑھ کے یہ چاند تارے ہوئے ہیں

بہت تیز سب کے قدم بڑھ رہے ہیں
کسی کے یہ رہرو پکارے ہوئے ہیں

ہماری نہ صورت پہ بہزاد جاؤ
کہ ہم تو محبت کے مارے ہوئے ہیں

اثرِ رنگ و بُو

عمر گزری ہے غم اٹھانے میں
اور کیا ہے مرے فسانے میں

اثرِ رنگ و بُو۔ بہار؟ نہ پُوچھ
خون روتا ہوں اس زمانے میں

کہہ رہا ہوں میں داستانِ جنوں
محو ہیں وہ مرے فسانے میں

دل کو کیوں کر نہ دعوتِ غم دوں
لُطف آتا ہے غم اٹھانے میں

نامکمل ہے داستاں ورنہ
کچھ تامل نہ تھا سُنانے میں

جلوے تنو حسن کے مقابل ہیں
کیوں جھجک ہو نظر اٹھانے میں

نام بہزاد کا بھی آتا ہے
عشق و الفت کے ہر فسانے میں

تصوّر

بہت ہی حسیں ہے تمہارا تصوّر
نظر آفریں ہے تمہارا تصوّر

مرے دل کی زینت نگاہوں کی زینت
بھلا کب نہیں ہے تمہارا تصوّر

نگاہیں تصور کی خیرہ نہ ہوں کیوں
بڑا مہ جبیں ہے تمہارا تصوّر

مبارک ہو یہ ربط حسن و محبت

ہماری جبیں ہے تمہارا تصوّر
تمہارا تخیّل ہے ایمان دل کا
نگاہوں کا دیں ہے تمہارا تصوّر
نگاہوں کا مرکز اگر ہو تو تم ہو
نظر میں مکیں ہے تمہارا تصوّر
ہے بہزاد کو محویت کس بلا کی
اُسے بالیقیں ہے تمہارا تصوّر

جامِ رنگیں

آ رہے ہو اور نظر ہے جام پر
مرمٹا میں لغزشِ ہر گام پر

بے سبب آنسو نہیں بہتے مرے
رو رہا ہوں میں دلِ ناکام پر

زاہدِ نادان نے لاکھ صدقے کیے
لاکھ تقوے ایک رنگیں جام پر

ہوگیا میخانے میں کتنا ہجوم
ایک آوازِ صلائے عام پر

عشق کی آخر نظر پڑ ہی گئی
حُسن کے آغاز اور انجام پر

بے خودی مجھ کو سمجھنے دے ذرا
مست ہوتا ہوں میں کس کے نام پر

خوش کہاں ہے ہائے بہزادِ حزیں
ہنس رہا ہے آج صبح و شام پر

ڈرتا ہوں

ہر الم ہر خوشی سے ڈرتا ہوں
الغرض زندگی سے ڈرتا ہوں

عشق کے التفات کی سوگند
حُسن کی بے رُخی سے ڈرتا ہوں

کیوں لرزتے ہیں پاؤں وقتِ نماز
کیا کروں بندگی سے ڈرتا ہوں

گھر کے رعنائیوں میں جلوؤں کی
دل کی وارفتگی سے ڈرتا ہوں

ان کے جَور و ستم کا خوف نہیں
اپنی غم پروری سے ڈرتا ہوں

چاک دامن تو غم کا ہے آغاز
عشق میں کیوں ابھی سے ڈرتا ہوں
ذکر اُن کا ہی کیا ہے اے بہزاد
اب تو میں ہر کسی سے ڈرتا ہوں

ناواقفِ کرم

ہیں جو ناواقفِ کرم نہ رہا
کوئی ارمانِ درد و غم نہ رہا
آہ و نالہ تو ہے وہی لیکن
سازِ غم میں وہ زیر و بم نہ رہا
عاشقی کا تو ہے بھرم باقی
قائم اپنا اگر بھرم نہ رہا

دست کش ہو گئے ستم سے کیوں
کیا نظر میں کوئی ستم نہ رہا

باقی ارماں کوئی مرے دل میں
نہ رہا آپ کی قسم نہ رہا

ترسیں جلووں کو کیوں نہ یہ نظریں
باز دروازۂ ارم نہ رہا

سب کی بہزاد پر نوازش ہے
ہاں مگر آپ کا کرم نہ رہا

نقابِ محبّت

اُٹھے گی جو رُخ سے نقابِ محبت
نظر آئے گا اضطرابِ محبت

میں جس دم ہوا باریاب محبّت
صدا آئی آیا خراب محبت
نگاہوں سے برسا رہے تھے وہ مستی
نگاہوں سے پی لی شراب محبت
فسانہ مرا دیکھنا ہو تو ۔ دیکھو
کتاب محبت میں باب محبت
ملی حُسن کی آج معراج اُن کو
ہے قدموں پہ اک کامیاب محبت
نوازش ہے یہ جلوہ ہائے حسیں کی
کہ ذرّہ بنا آفتاب محبت
یہ دامن نہیں چاک بہزاؔد مضطر
ملی ہے یہ تعبیر خواب محبت

طوفانِ غم

عاشقی کی سمت کیا جاتا ہوں میں
غم کی اک رو میں بہا جاتا ہوں میں
سوئے ساحل لے چلا طوفان مجھے
رخصت اب اے ناخدا جاتا ہوں میں
عشق کے صدقے محبت کے نثار
ہائے کیا تھا کیا ہوا جاتا ہوں میں
کس کی کارن زندگی رسوا ہوئی
کس کی الفت میں مٹا جاتا ہوں میں
کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ کیوں
کھویا کھویا سا ہوا جاتا ہوں میں

بے تأمل بے توقف بے دھڑک
ہاں فضائے غم پہ چھا جاتا ہوں میں
غم کے ہاتھوں اب تو بہزادِ حزیں
اپنی نظروں سے گرا جاتا ہوں میں

درد پوری

سر ہے قدموں پہ بے خودی تو دیکھ
اپنے بندے کی بندگی تو دیکھ
بے خبر خود سے باخبر تجھ سے
بے خودی میں یہ آگہی تو دیکھ
جان دینے کو زندگی سمجھے
عشق والوں کی زندگی تو دیکھ

مدبھری مست انکھڑیوں والے
تیرے قرباں ادھر کبھی تو دیکھ

غم میں مسرور ہوں الم میں خوش
کیا خوشی ہے مری خوشی تو دیکھ

حال آتا ہے ہر خلش پہ اُسے
دل کی یہ درد پروری تو دیکھ

تیرا بہزاد بھی ہے محوِ نیاز
ناز والے نیاز بھی تو دیکھ

تلاش

آہ و نالے کی اور فغاں کی تلاش
ہے مجھے غم کے کارواں کی تلاش

غم کا افسانہ راز ہے اب تک
کر رہا ہوں میں رازوں کی تلاش

پھر رہا ہوں لئے جبینِ نیاز
ہے ترے سنگِ آستاں کی تلاش

ہے مجھے کس کی جستجو مت پوچھ
ہے مجھے جانِ داستاں کی تلاش

یہ مری غم پسندیاں ۔ توبہ
عیش میں ہے غمِ جواں کی تلاش

فصلِ گُل فصلِ رنگ و بُو گو ہے
روحِ گُل جانِ گلستاں کی تلاش

کس کی بہزاد کو تلاش ہے آج
ہے اسے ایک مہرباں کی تلاش

اُن سے

تم کو بلا تو لوں مگر آ بھی سکو گے تم
سچ سچ کہو یہ بار اٹھا بھی سکو گے تم

تم کو تخیلات میں لا تو رہا ہوں میں
بزمِ تصورات سجا بھی سکو گے تم

اظہارِ عاشقی تو کروں لاکھ بار میں
بارِ جنونِ شوق اٹھا بھی سکو گے تم

جلووں سے چار ہونے کو تیار ہے نظر
اس کو فریبِ حسن میں الجھا بھی سکو گے تم

ذرّہ تو لاکھ مرتبہ تم پر کرے نگاہ

ذرّے کو آفتاب بنا بھی سکو گے تم

دنیائے دل حسین بنانے کے واسطے

میری فضائے شوق پہ چھا بھی سکو گے تم

بہزاد اک نگاہِ محبت فریب پر

کُل دل کی کائنات لُٹا بھی سکو گے تم

کبھی ہے کبھی نہیں

تاثیر سوزِ آہ کبھی ہے کبھی نہیں

ان کی طرف نگاہ کبھی ہے کبھی نہیں

جلوہ بہ جلوہ گاہ کبھی ہے کبھی نہیں
ناکامئ نگاہ کبھی ہے کبھی نہیں

اس نازنیں نگاہ کے قربان جائیے
تجدید رسم و راہ کبھی ہے کبھی نہیں

سجدے تو کر رہا ہوں مسلسل تری طرف
اندیشۂ گناہ کبھی ہے کبھی نہیں

اب تک سمجھ سکا نہ دل مضطرب کو میں
اس سنگ دل کی چاہ کبھی ہے کبھی نہیں

ساقی کا احترام اشارا ابھی فرض ہے
توبہ سے یوں نباہ کبھی ہے کبھی نہیں

کر لیتا ہوں گناہ میں بہزاد گاہ گاہ
فردِ عمل سیاہ کبھی ہے کبھی نہیں

آفتاب آیا

بزم میں اسا غرِ شراب آیا
یعنی گردش میں آفتاب آیا

جب بھی آیا مجھے خیالِ سکوں
رقص میں دل کا اضطراب آیا

ان سے نظروں کے چار ہوتے ہی
زندگی میں اک انقلاب آیا

کچھ سمجھ میں نہ آسکی یہ بات
مجھ سے کیوں آپ کو حجاب آیا

منظرِ عام پر وہ کیا آئے

کل زمانے پہ اک شباب آیا

چارجانب بکھر گئے جلوے

سامنے وہ جو بے نقاب آیا

آیا بہزاد بزم میں - کہ کوئی

حالِ عالم خراب آیا

نہ پوچھ

تو میرا غم نہ پوچھ تو میری خوشی نہ پوچھ

کیونکر گزر رہی ہے مری زندگی نہ پوچھ

نظروں میں پھر رہا ہے ترا سنگ آستاں

کس لئے ہے وقف میری زندگی نہ پوچھ

دامن کو میرے دیکھ گریباں پہ کر نگاہ

میرے جنوں کے حال کو مجھ سے کبھی نہ پوچھ

معلوم کر فسانہ طور و کلیم سے

میری نظر سے جلووں کی تابندگی نہ پوچھ

ہاں واقعاتِ محفلِ نظارۂ جمال

میں ہی تجھے بتاؤں گا لیکن ابھی نہ پوچھ

ڈرتا ہوں تو غرور نہ کرنے لگے کہیں

ہے کون میرا حاصل دلبستگی نہ پوچھ

بہزاد گم ہے تیرے ہی حسن و جمال میں

بہزاد سے تو عالمِ وارفتگی نہ پوچھ

دل نہ رہا

افسوس نہیں وہ غم باقی افسوس کہ وہ دل ہی نہ رہا

جو رونقِ محفل تھا اب تک وہ صاحبِ محفل ہی نہ رہا

بدلا ہے نظامِ کون و مکاں اب بھی نظر آتے ہیں نہاں

اب منزل کس کی قدر کرے آوارۂ منزل ہی نہ رہا

دل ٹوٹ چکا دل ٹوٹ چکا وہ دامن ہاتھ سے چھوٹ چکا

غم لاکھ ہیں دنیا میں لیکن میں غم کے قابل ہی نہ رہا

جب تک میں تھا ساحل کے قریں دل مضطر تھا دل تھا غمگیں

اب کون کرے آہ و نالہ اب سامنے ساحل ہی نہ رہا

اب آؤ زمانے کو چھوڑیں اُلفت کے فسانے کو چھوڑیں

بہزاد حزیں وہ ہم نہ رہے بہزاد حزیں وہ دل نہ رہا

زندگی محبت

غم اٹھا کے بھی بے بسی نہ ہوئی

یہ محبت کی زندگی نہ ہوئی

عمر گزری جھکائے سر لیکن
ہم سے تکمیل بندگی نہ ہوئی

بے فغانی میں ہے فغاں کا رنگ
خامشی عینِ خامشی نہ ہوئی

توبہ آسان تر تو ہے واعظ
ہم سے یہ بات ہی کبھی نہ ہوئی

ان کا لطف و کرم رہا بیکار
درد دل میں کوئی کمی نہ ہوئی

صبح آئی ہزار بار مگر
شام غم کی سحر کبھی نہ ہوئی

اس کا رونا ہے آج تک بہزاد
زندگی ہائے زندگی نہ ہوئی

(تمام شد)